Monthly
MAHNAMA NIDA-E-TYYEB
BANGALORE

الیہ یصعد الکلم الطیب
ماہنامہ ندائے طیب بنگلور
بانی وایڈیٹر مفتی سجاد حسین قاسمی

RNI NO:KARURD / 2012 / 50918 . Postal Registration No . G2 /RNP / BGE / 1118 / 2023-2025 . Posted at Bangalore PSO.BG 60026 . 0n 21,22,23,Every Month

الیہِ یَصعَدُ الکلِمُ الطیِّب
ندائے طیب بنگلور
ماہنامہ
بانی وایڈیٹر
مفتی سجاد حسین قاسمی

چلو سر سو صداقت کے علم لہراتے جانا ہے ملا کے کندھے سے کندھا افق چھاتے جانا ہے (آصف)

جلد نمبر 12۔شمارہ نمبر۔03۔ماہ:مارچ۔2023۔مطابق:شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ۔صفحات:08۔قیمت:05/00روپئے

احکامات رب العلمین

ترجمہ سورۂ زلزال:

جب زمین پوری شدت کے ساتھ ہلادی جائے گی۔اور زمین اپنا تمام بوجھ باہر پھینک دے گی۔اور انسان کہے گا کہ اسے آخر کیا ہوگیا ہے!(سنو!حقیقت یہ ہے کہ) اس دن زمین اپنے رب کے حکم سے اپنی تمام خبریں بیان کردے گی۔اس دن لوگ مختلف احوال میں لوٹیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھادیئے جائیں۔(یادرہے کہ) جوذرہ برابر نیکی کرے گا۔وہ اس کا صلہ ضرور پائے گا۔اسی طرح جوذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ بھی اپنا عذاب دیکھے گا۔

(القرآن۔سورۂ زلزال)

ارشادات رحمۃ اللعلمین

تفسیر تبیان القرآن ج/۱۲/ص:۹۳۴/ پر زلزلے کے تین اسباب لکھے ہیں۔

پہلا: زمین کے تہوں کے درمیان چٹانوں کی تبدیلی سے زلزلہ آتا ہے۔

دوسرا: قریب ترین آرش فشاں کی جولانیوں کے نتیجے ہونے والی زیری زمین ارتعاشی لہروں کی وجہ سے آتی ہے۔

تیسرا: انسان کی زیرزمین کسی آلہ مصنوعی چھوڑ کر دھماکے کرنے کے سبب بھی زلزلہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ☆☆☆

مسئلۂ ارتداد کا صحیح حل

ڈاکٹر مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام حیدر آباد
09347825832 mdtanzimalam@gmail.com

ایک سچے مسلمان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ اپنے اور اپنی اولاد کے ایمان کا تحفظ ہے۔عملی زندگی اور احکام شریعت کی پیروی میں ممکن ہے کہ سستی ہوجاتی ہو اور تقویٰ وطہارت کے باب میں پختگی اور استقامت نہ ہوتاہم ایمان کے حوالے سے ہر شخص فکر مند،حساس اور جذباتی ہوتا ہے،کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوجائے یا اس کی نسلوں میں توحید ورسالت کے بجائے الحاد ودہریت اور خدا بیزاری کے جذبات پیدا ہوں۔کیوں کہ ایمان ہی وہ بنیادی محور ہے جس پر نجات اور دائمی راحتوں کا مدار ہے،اللہ تعالی نے قرآن کریم میں صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا ہے:بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کریں گے اور اس کے سوا جس گناہ کو چاہیں گے معاف کردیں گے اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اس نے بڑا بہتان باندھا (النساء:۴۸)۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر وشرک اور الحاد و دہریت نا قابل معافی جرم ہے اس کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا،ہاں اس کے علاوہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جسے اللہ چاہے گا اپنے کرم سے معاف کر دے گا۔ایک شخص کا نامۂ اعمال اگر نماز،روزہ،صدقہ وخیرات اور ذکر واذکار وغیرہ سے پُر ہو لیکن ایمان میں تذبذب ہوتو اس کی ساری نیکیاں بے وزن ہوجائیں گی اور اگر دنیا سے ایمان بچا کر لے گیا اور آخری سانس تک توحید ورسالت پر قائم رہا تو ایک وقت اسے ضرور نجات ملی گی اور وہ جنت کا مستحق ہوگا۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا اور جو اپنے بعد ایسی اولاد چھوڑ کر گئے جن کے سینوں میں مستحکم ایمان کی دولت پنہاں ہو،دنیا سے جاتے ہوئے افراد خانہ کے بارے میں پوری طمانیت ہو کہ کفر کا کوئی طوفان ان کے ایمان کو نہیں بگاڑ سکے گا اور وہ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وفاداری کے ساتھ زندگی گذاریں گے۔حالات پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کے ایمان پر چوطرفہ حملہ کیا جارہا ہے،اس کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے جارہے ہیں اور کوشش کی جارہی ہے کہ خاص طور پر مسلمانوں کی اولاد ایمان سے محروم ہوجائیں،ان میں مادیت کا ایسا زہر بھردیا جائے کہ ان کی نظر میں ایمان وعقائد اور آخرت کی کوئی اہمیت باقی نہ رہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے مسلسل مسلم لڑکیوں کے ارتداد کی صدمہ انگیز خبریں موصول ہورہی ہیں،خاص طور پر عصری اداروں میں زیر تعلیم بچیوں سے غیر مسلم لڑکوں کے روابط جب بڑھ کر عشق ومحبت میں بدل جاتے ہیں تو یہ ان کے ساتھ بھاگ کر ان کے رسم و رواج کے مطابق شادی رچالیتی ہیں اور کسی جھجک کے بغیر میڈیا کے سامنے ان غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ زندگی گذارنے پر آمادگی کا اظہار کرتی ہیں،وہ ایمان اور اسلام کا مذاق بھی اڑاتی نظر آتی ہیں۔یہ تو وقت بتائے گا کہ وہ ان کے ساتھ کتنی خوش گوار زندگی گذار سکیں گی لیکن فی الوقت تو ایمان کی عظیم ترین دولت سے وہ محروم ہوگئیں جس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں اور پھر ان لڑکیوں نے ایک مسلم گھرانے میں آنکھ کھولی اور وہاں پرورش پائی تھیں لیکن اب ان کے کوکھ سے مشرک بچہ جنم لے گا اور ان کی گود میں شرک وکفر کی پرورش ہوگی اس پر ایک مسلمان کو جتنا دکھ ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہے۔ان کے ارتداد سے ان کے ماں باپ اور پورے خاندان کی عزت پر دھبہ آتا ہے اور والدین شرم وحیا سے اپنا منہ چھپاتے پھرتے ہیں،ہر جگہ ان کی ذلت ورسوائی ہوتی ہے اور ان پر طعنے کسے جاتے ہیں تاہم یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جس لڑکی نے ایک مسلم گھرانے میں تقریباً پندرہ بیس سال تک زندگی گذاری،مسلمان ماں باپ کی مؤمنانہ زندگی سے وہ متاثر نہ ہوسکی اور کالج،جس یا کسی بھی ادارہ میں غیر مسلموں کے ساتھ صرف چند ملاقات میں ان سے اس قدر متاثر ہوگئی کہ اس کے پاس جو سب سے قیمتی سرمایہ ایمان کی شکل میں تھا،اس کو بھی چھوڑنے پر آمادہ ہوگئی،کیا اس میں اس کے والدین اور سرپرستوں کا قصور نہیں ہے،کیا اس جرم میں والدین شریک نہیں ہیں؟اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان لڑکیوں کے ماں باپ نے اسلامی ماحول میں ان کی تربیت نہیں کی،ان کے ایمان سے زیادہ مادیت اور دنیا کی محبت ان کے دل ودماغ میں بسایا جس کا نتیجہ ان کے سامنے ہے،اس لئے وہ بھی مجرم ہیں اور وہ عنداللہ جواب دہ ہوں گے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ارتداد کے طوفان کو روکا جائے اور اس سیلاب پر مضبوط بند لگائی جائے تو ضروری ہے کہ پہلے ہم خود اسلام کے سپاہی اور فرماں بردار بنیں۔اپنے ایمان کو مضبوط و مستحکم کریں،صالحیت اور تقویٰ اپنے اندر پیدا کریں۔رسول اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام کے سامنے پہلے خود عملی نمونہ پیش کیا اور انہیں حکم دینے سے پہلے خود عمل کیا تب اس کا خوش گوار اثر صحابہ کی زندگی پر مرتب ہوا۔غزوۂ خندق میں صحابۂ کرام نے اپنی بھوک اور فاقہ کی شکایت کی اور بعض نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا بتایا تو آپ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑے ہٹائے تو دیکھا گیا کہ وہاں تو دو پتھر بندھے ہوئے ہیں۔اس سے انہیں حوصلہ ملا،قدموں میں مضبوطی آئی اور پھر تازہ دم ہوکر کام پر لگ گئے۔ہم اگر چاہیں کہ ہمارے نماز پڑھے بغیر ہمارے بچے نماز پڑھنے لگیں،ہماری تلاوت قرآن کے بغیر وہ تلاوت کرنے لگیں،ایسا نہیں ہوسکتا،ماں باپ کی صالحیت بچوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اور ان کی بری عادتوں کو بھی غیر محسوس طریقے پر وہ اپنی زندگی میں داخل کر لیتے ہیں۔پھر ایک ماں باپ کو چاہئے کہ گھر کے ماحول کو دینی بنائیں۔نماز،روزہ،تلاوت قرآن،صدقہ وخیرات کی ان میں شروع سے عادت ڈالیں،گھر میں کسی ایک وقت مقرر پر پورے اہل خانہ کو جمع کریں اور کسی دینی کتاب کی تعلیم کریں۔اس میں رسول اکرم ﷺ کی سیرت،آپ کے اخلاق و پاکیزہ کردار،صحابۂ کرام کی قربانیاں،دین کی خاطر ان کی مشقتوں کو برداشت کرنا،ان کے ایمان افروز واقعات،اولیاء کرام کے تذکرے،ان کے متفرق واقعات،جنت اور جہنم کے مناظر،آخرت کی ہولناکیاں،ایمان لانے والوں کے لئے خدا کے انعامات،اسلامی تعلیمات اور مختلف دین سے جڑی باتوں کا متواتر تذکرہ ہونا چاہئے۔آپس میں اس کا مذاکرہ بھی ہو اور کتاب کی تعلیم کے بعد ایک دوسرے سے معلوم بھی کریں کہ اس نے اس سے کیا سمجھا ہے؟اگر کسی وجہ سے کتاب کی تعلیم نہ ہوسکے تو کسی بڑے معتبر عالم دین کی تقریر اور بیان سنانے کا معمول بنائیں۔اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے،رفتہ رفتہ دل ودماغ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بیٹھے گی،دین وایمان کی اہمیت پیدا ہوگی اور شریعت پر جینے اور مرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ایک شخص اگر اپنی اولاد کے سامنے صرف دنیا اور اس کی آسائشوں کا ہی تذکرہ کرے اور شب و روز دنیا حاصل کرنے کی ترغیب دیتا رہے اور دنیوی علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے والوں کی مثالیں پیش کرتا رہے تو ظاہر ہے ان کے دماغ میں دنیا ہی کی محبت پیدا ہوگی اور آخرت اور ایمان کا تصور دل سے جاتا رہے گا اور ان کے لئے ایمان سے پھرنا آسان ہوجائے گا۔اپنی اولاد سے صرف دنیا کے طلب گار ان سے تقویٰ اور ایمان پر استقامت کی امید رکھیں،یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے،اس لئے کہ جیسی بیج بوئی جاتی ہے پیداوار بھی اسی حساب سے ہوتی ہے۔معروف بزرگ اور اللہ کے ولی شیخ جنید بغدادیؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے بزرگ کیسے بنے؟جواب دیا کہ اپنی والدہ کی وجہ سے اور پھر انہوں نے اس کی تفصیل بیان کی کہ جب میں نے ہوش سنبھالا اور کچھ بولنے کے لائق ہوا تو تو میری والدہ نے میری اسلامی تربیت شروع کی،سب سے پہلے انہوں نے مجھ سے کہا کہ کہو بیٹا اللہ ایک ہے،اللہ ایک ہے،میں یہ کہتا رہا اور کئی دن تک کہتا رہا جب مجھے یہ یاد ہوگیا اور میری زبان پر چڑھ گیا تو میری والدہ نے محسوس کیا کہ اب ان کے دل ودماغ پر اللہ کے ایک ہونے کا نقش بیٹھ گیا ہے تو دوسرا سبق دیا کہ اب یہ کہو کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے۔اس کو بھی خوب یاد کیا اور اس کو دل میں بٹھا لیا تو میری والدہ نے تیسرا سبق دیا کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔اس کو یاد کرتے کرتے اس کے حاضر وناظر ہونے کا ایسا تصور قلب و ذہن پر راسخ ہوا کہ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے،جہاں بھی رہتا ہوں اس کے موجود ہونے اور دیکھنے کا یقین ہوتا ہے،مسجدوں میں،بازار میں،جلوتوں میں،خلوتوں میں ہر جگہ اور ہر وقت میرے رب کے ساتھ ہونے کے تصور نے مجھے تمام گناہوں سے پاک کردیا،جب بھی کسی معصیت کی طرف ذہن جاتا فوراً خیال پیدا ہوتا کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے،عنداللہ جواب دہی کا احساس پیدا ہوتا اس سے گناہ کی طرف بڑھتا قدم بھی رک جاتا ہے۔

دنیا میں جتنے اولیاء کرام گذرے ہیں ان کی ولایت میں ان کے ماں باپ کی تربیت کا بڑا دخل ہے،اس کے بغیر دینی سوچ کا پیدا ہونا دشوار ہے۔نہایت افسوس کی بات ہے کہ ایک بچہ پڑھتے پڑھتے انجینئر اور ڈاکٹر بن جاتا ہے،دنیوی اعلی عہدوں تک سفر کرلیتا ہے لیکن اسے نماز اور طہارت کا طریقہ معلوم نہیں ہوتا،چند سورتیں یاد نہیں ہوتیں،چند انبیاء اور رسولوں کے نام معلوم نہیں،مشہور فرشتوں کا علم نہیں بلکہ فرشتوں اور انبیاء کرام میں انہیں فرق معلوم نہیں ہوتا،کیا والدین کی ذمہ داری نہیں ہے کہ انہیں دین کا ضروری علم دیں،انہیں قرآن و حدیث اور شریعت کی بنیادی تعلیمات سے روشناش کرائیں؟

آج کے پرفتن حالات میں بچوں کو مبائل سے دور رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔اگر ضرورت کی بنیاد پر مبائل دیں تو اس پر گہری نظر رکھنی چاہئے کہ اس کا استعمال کہیں غلط تو نہیں کیا جارہا ہے،کس سے رابطہ ہورہا ہے،کن لوگوں سے تبادلۂ خیال ہورہا ہے اور کس موضوع پر،اس کے مختلف ایپس ہیں کس کی انہیں ضرورت ہے اور کس کی نہیں ہے، اسکول اور کالج یا ٹیوشن کے آنے جانے کے اوقات پر نظر رہے کہ کیا وقت کا صحیح استعمال ہورہا ہے یا نہیں،اگر کبھی غیر معمولی تاخیر ہوی تو کس بنیاد پر تاخیر ہوی اس کی باز پرس ہونی چاہئے۔بچیوں کو شروع سے پردے کی عادت ڈالیں خاص طور پر بالغ ہونے کے بعد اس معاملے میں کسی طرح کی رعایت ہرگز نہ برتی جائے اسی لئے قرآن کریم میں اس کی بڑی تاکید کی گئی ہے بلکہ ازواج مطہرات کو اس کا حکم دیا گیا ہے جہاں کسی طرح کے شبہ کا گذر بھی نہیں تھا۔ لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہوجائے تو اس کے لئے مناسب رشتہ تلاش کرکے نکاح کردینا چاہئے اس سے بہت سی اخلاقی بیماریوں اور غلط عادات سے حفاظت ہوتی ہے۔ان امور کی طرف مکمل توجہ ہی ارتداد کا حل ہے ورنہ محض افسوس اور ہنگامہ کسی مرض کی دوا نہیں ہے۔

☆☆☆

الیہ یصعدُ الکلِمُ الطیّب
ماہنامہ ندائے طیّب بنگلور
بانی وایڈیٹر
مفتی سجاد حسین قاسمی

اداریہ

زلزلہ آنے پرتقدیر کو سبب قرار دینا صحیح نہیں ہے:

ترکی میں1993ء کے بعد بہت بدترین اور برے طریقے سے زلزلہ آنے سے ساری دنیا میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔اب تو یہ سوالات بہت تیزی کے ساتھ اٹھنے لگے ہیں کہ ترکی کے صدر"طیب اردُغان" کی حکومت باقی رہ سکتی بھی ہے یانہیں۔کیوں کہ اتنا بڑا سانحہ اس وقت آیا ہے۔جبکہ ترکی میں انتخابات ہونے والے ہیں۔جس سے20ء سال کی حکمرانی ان کی خطرے میں پڑگئی ہے۔اگر چہ تقدیر نوشتہ ہے۔صدر طیب اردوغان نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ زلزلے کے بعد امدادی کاموں میں کوتاہی ہوئی ہے۔بی بی سی نیوز کے مطابق زلزلے سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے انھوں نے اس کے لئے تقدیر کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔لیکن ان کا اس طرح کہنا قابل غور ہے۔اسلئے کہ"زلزلہ" آنے کی وجہ اصلی معلوم کرنے کی ضرورت ہے؟اس تعلق سے سائنس داں اپنی تحقیق سے کچھ بھی وجہ بیان کرے۔مجھے ان سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ناہی مجھے ان کی طرف سے بیان کردہ وجوہات بیان کرنے کی کوئی بھی ضرورت ہے۔مجھے تو زلزلے کی شرعی حیثیت اور اس کی شرعی وجہ پیش کرنی ہے۔کیوں کہ شرعی وجہ ہی اس کی حقیقت ہے۔اس سلسلے میں بہت احادیث منقول ہیں۔میں صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔دیکھئے!

حدیث: عَنْ اَبِی ھُرَیرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اِذا اتُّخِذَ الفَیُّ دُولاً وَالاَمَانَۃُ مَغنَمًا وَالزَّکوٰۃُ مَغرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیرِ الدِّینِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امرَأَتَہٗ وَعَقَّ اُمَّہٗ وَاَدنٰی صَدِیقَہٗ وَاَقصیٰ اَبَاہُ وَظَھرَتِ الاَصوَاتُ فِیْ الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیلَۃَ فَاسِقُھُم وَکَانَ زَعِیمُ الْقَومِ اَرذَلُھُم وَاُکرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ وَظَھَرَتِ الْقِینَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ وَلَعَنَ آخِرُ ھٰذِہِ الاُمَّۃِ اَوَّلَھَا فَلیَرتَقِبُوا عِندَ ذٰلِکَ رِیحًا حَمرَآءَ وَزَلزَلَۃً وَخَسفًا وَمَسخًا وَقَذفًا وَاٰیَاتٍ تُتَابِعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلکُہٗ فَتَتَابَعُ ہ

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوۃ کو تاوان خیال کرلیا جائے اور علم،دُنیا کی خاطر حاصل کیا جائے اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور دوست کو قریب اور باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قبیلہ کے سرداران فاسق کو بنالیا جائے اور قوم کا سربراہ ان کا رذیل آدمی ہوجائے اور آدمی کا اکرام اس کے شر سے ڈر کر،کیا جائے اور گانے والیاں اور آلات لہو ولعب عام ہوجائیں اور(مختلف قسم کی) شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کا آخری حصہ،پہلے حصہ امت کو لعنت کرے تو!اس وقت تم سرخ آندھی،زلزلہ،زمین میں دھنسنے،چہروں کے مسخ ہونے،آسمان سے پتھر برسنے اور دوسری (قیامت کی) نشانیوں کا انتظار کرو جو پے در پے اس طرح آئیں گی،جیسے ٹوٹی ہوئی لڑی سے موتیاں تیزی کے ساتھ یکلخت یکے بعد دیگرے گر رہے ہوں۔

اس حدیث میں جن عذابات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔یہ انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔انہیں انسان خود لاتا نہیں۔بلکہ یہ سب منجانب اللہ نازل ہوتے ہیں۔اس لئے طیب اُردُغان کا زلزلے کو تقدیر کا حصہ کہنا،اس کے منجانب نزول کے اعتبار سے اگرچہ درست ہے۔مگر ان عذابات کے نزول کا رُکنا اور روکنا،انسان کے عمل پر موقوف ہے۔اس لئے انہیں دوسرے شرعی پہلوؤں پر بھی بیان دینا چاہئے۔کیوں کہ اس حدیث میں اور اس کے علاوہ انسانی اعمال کے موافق فیصلہ خداوندی والی دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک حدیث یہ بھی بیان فرمائی ہیں کہ"اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ" جس کا ترجمہ ہے کہ"تمہارے اعمال ہی تمہارے سردار اور بادشاہ ہیں"۔اس سے مطلب ظاہر ہے کہ انسان کا عمل جیسا ہوگا۔اسی کے مطابق اسے نتیجہ برآمد ہوگا۔آپ ایک قدم چلیں گے تو ایک ہی قدم آگے بڑھیں گے۔دو قدم چلیں گے تو دو ہی قدم آگے بڑھیں گے۔نہیں چلیں گے تو آگے نہیں بڑھیں گے۔اسی طرح لکھنے کا عمل کریں گے اور جس طرح لکھیں گے اور جتنا لکھیں گے،جتنی خوبصورتی سے لکھیں گے،اسی قدر تحریر نظر آئے گی۔اسی طرح انسان کا عمل اس کے جسم کے جس پارٹس سے،جس طرح جتنے پوائنٹس پر ہوگا۔اسی کے بقدر نتیجہ برآمد ہوگا۔پس درست عمل کرنے سے درست نتیجہ سامنے آئے گا۔اس کے برخلاف غیر قانونی اور برا عمل کریں گے تو برا نتیجہ ہی سامنے ظاہر ہوگا۔ایک مثال جانئے کہ"سنکھیا" کو سبھی لوگ زہر سمجھتے ہیں۔پس سنکھیا اور اس جیسی دیگر زہر کھانے کا عمل جو کوئی بھی کرے گا۔قانون کے مطابق وہ یقیناً مرجائے گا۔پس موت کا واقع کرنا،یہ انسان کے اختیار میں نہیں۔بلکہ اللہ کے اختیار سے واقع ہوتی ہے۔مگر"سنکھیا" اور دیگر زہریلی چیزوں کے استعمال کرنے کے لئے انسان کو اللہ تعالی نے اختیار دیا ہے۔اگر یہ چاہے گا تو کھائے گا۔نہیں چاہے گا تو نہیں کھائے گا۔اگر چاہ کر کھالیا تو اس کے کھانے کے عمل سے زہر کی صفت خاصہ قدرتی طور پر ضرور ظاہر ہوگا۔جس پر انسان کو اختیار نہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہے کہ انسان زہر کھا کر پھر اس سے بچنے کے لئے بھی بغیر کسی تدبیر کے وہ اپنا کلی اختیار بھی رکھتا ہے۔پس قدرت نے جس طرح انسان کو خود مختار صفت پر پیدا کیا ہے۔اسی طرح زہر وغیرہ کے اندر بھی مارنے کی صفت پیدا کی ہیں۔اس لئے یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ہر انسان بشمول دیگر چیزیں،اپنے اپنے صفات کے مطابق ہی جس طرح نتیجہ ظاہر کرتی ہیں۔اسی طرح ہر انسان کو زہر کے نہ کھانے کا بھی اختیار ہے۔اسے رب کے کلام قرآنی خبر کے مطابق اس سے بچنے کے حکم پر عمل کرنے کا بھی اختیار ہے۔اس لئے اسے بچنے کی صفت کے مطابق زہر سے بچنا چاہئے۔تاکہ اس کے غیر اختیاری چیز یعنی موت کا شکار نہ ہونا پڑے۔اسی اس حدیث میں زلزلے اور آسمانی وہ تمام عذابات کی حقیقت بھی ہے۔پس یہ سمجھنے از حد ضروری ہے کہ اگرچہ ان عذابات کے لانے میں انسان اختیار نہیں رکھتا ہے۔مگر ان عذابات کے نازل ہونے کے جو اسباب اور وجوہات اسی حدیث میں بتلائے گئے ہیں۔ان کا خیال رکھنا تو انسان کی صفت اختیاری میں سے ہے۔پس اگر یہ چاہتا تو قرآن کے حکم کے مطابق مال غنیمت کو قانون قرآنی کے مطابق استعمال کرتا۔امانت کو امانت کے قانون سے رکھتا۔زکوۃ کو بروقت نکالتا اور اسے تاوان نہ سمجھنے کے بجائے اللہ کا حکم سمجھتا۔علم کو خالص اپنی حفاظت اور رب کائنات کی شناخت کے لئے حاصل کرتا۔اسے دنیا طلبی کے لئے نہیں حاصل کرتا۔بیوی کے حقوق کی رعایت کرتا اور اس کے چکر میں ماں باپ کے حقوق کو ادا کرتا۔دوست کی قربت کے چکر میں باپ سے دوری اختیار نہ کرتا۔بلکہ دوست کو دوست کے درجے میں رکھتا۔باپ کو باپ کے درجے میں رکھتے ہوئے شرعی حکم کے مطابق ان کی خدمت کرتا۔سرداران وامیر،ایم۔ایل اے۔ایم پی۔وزیر اعظم،کونسلر،مکھیا اور ممبرانِ سماج و پنچایت،کسی فاسق وفاجر اور دنیا اور مفاد پرست انسان کو نہ بنا کر مثل حضرت عمرو دیگر سچے ووفادار شخصیتوں کی طرح صحیح اور حق قانون پر عمل کرنے والے ایک سچے،اچھے،قوم کے خدمت گذار شخصیت کو بناتا،رذیلوں کو دور رکھ کر ان کی اصلاح کرتا۔کسی کی عزت اس کی شرارت کے خوف سے نہ کرتا۔بلکہ جابر بادشاہ کے سامنے بھی اس کی شرارت کو قرآن کے بتلائے ہوئے حسن تدبیر و رویے سے کہہ دیتا اور رسول مقبول ﷺ کی،اس تعلق سے"قُلِ الحَقَّ وَ اِن کَانَ مُرًّا" حدیث پر عمل کرتے ہوئے"حق بات کو کہہ دیتا۔اسی طرح ناچ وگانے والے اور گانے والیوں کی مجلسوں اور موجودہ دور میں موبائل،انٹرنیٹ کے ذریعے عام ہونے والی فحش وگھناؤنے موسیقی اور بلو فلموں کو عام کرنے اور خود دیکھنے سے بچنے،اسی طرح مسجدوں کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے ان میں ہنگامے،فسادات،دوڑ ادوڑی اور ان کو دنیاوی اڈوں کی طرح عمل کرنے،شراب جیسے بری لت سے بچنے اور بچانے،اور پچھلے اور مرے ہوئے ہوئے لوگوں کی شکوہ شکایت اور ان پر لعنت کرنے وغیرہ بہت ساری برائیوں سے بچنے اور بچانے کا مکمل اختیار انسان کو ہے۔مگر ان برائیوں!خصوصاً حدیث مذکور کے اندر ذکر کردہ برائیوں سے نہ بچ کر،ان کو کھلے عام کرکر کے اور کرنے والے لوگوں کو حکومتی سطح پر شہ اور قوت دینے کی تدبیریں لگانے سے کیا وہ عذابات جو حدیث میں حضور پرنور ﷺ نے بیان کی ہیں۔نہیں آئیں گی۔یقیناً آئیں گی۔پس جو زلزلہ ترکی میں آیا ہے۔اس کو اسی حدیث پر منطبق کرنا چاہئے اور کہنا چاہئے کہ اسلامی ملک ہونے کے باوجود وہاں بھی حدیث میں ذکر کردہ گناہوں اور غیر قانونی اعمال کو بہت زیادہ اور کھلے عام کیا جارہا تھا۔جس کا بوجھ اس زمین کے حصے نے برداشت نہیں کی اور اللہ کا عذاب آچکا۔ابھی ترکی کے لوگوں کو خصوصاً شریعت محمد ﷺ پر نہایت سختی کے ساتھ عمل کرنا چاہئے اور پچھلے ترک مجاہدوں کے حقانی ریکارڈ کے مطابق عمل کرنے کے لئے کمر کس لینا چاہئے کہ دنیا میں ترکی فوج نے ہمیشہ سے الٰہی قوانین کے نافذ کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی۔اس کے علاوہ پوری دنیا کے اسلامی ملکوں،خصوصاً اپنے رب کے قوانین پر سختی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے،حدیث مذکور میں جن عذابات سے بچنے کے لئے،جن جن برے اعمال سے بچنے کے لئے حکم کیا گیا ہے اور نہ بچنے سے سرخ آندھی،زلزلے،چہروں کے مسخ ہوجانے اور آسمانوں سے پتھر برسنے وغیرہ کا جو ذکر کیا گیا ہے۔ان سے بچنے اور قوم وامت کو بچانے کے لئے ان تمام احکامات پر عمل کرنا چاہئے جو نزول عذابات کے اسباب ہیں۔شیطان کے اس دھوکے والے خیال سے بھی الرٹ رہنا چاہئے کہ جو کچھ احادیث میں بیان کردیا گیا ہے۔وہ تو ہو کر رہے گا۔اس خیال کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ بس جو من چاہے وہ عمل کرے۔بس جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر ہی رہیگا۔اس خیال سے شریعت ہی کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے۔اسلئے!یہ خیال بالکل غلط اور محض شیطانی دھوکہ ہے۔انسان کو اپنے احکامات ربانی کے سرکل کے کلی احکامات پر ہر حال میں عمل کرنا چاہئے۔اس میں جو ہونے والا ہے۔وہ ہو کر رہے گا۔تقدیر میں جو مکتوب ہے۔وہ ہو کر رہے گا۔خیال کرکے اپنے سرکل کے احکامات کو بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہئے۔اس لئے حضور ﷺ کے حدیث بیان کرنے کا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو خود بھی اور دوسروں کو بھی اس بات کی تبلیغ کرنی چاہئے اور عمل کرنے میں مثل روبوٹ،جس طرح اپنی حرکت میں"ریموٹ کنٹرول" سے متعلق ہے۔اسی طرح اپنے بدن کے ہر ہر پارٹس کے عمل وحرکت میں اللہ کے ریموٹ"قرآن مجید" سے متعلق رہے۔اللہ تعالی نے اسی کو"مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُ وہُ وَمَا نَھٰکُم عَنہُ فَانتَھُوا" کے ذریعے بتایا ہے کہ قرآن کے ذریعے اللہ تعالی نے جو عمل،جس طرح اور جس پوائنٹ پر جس مقدار میں عمل کرنے کیلئے حکم دیا ہے۔اسی عین مطابق عمل کرے۔عمل کرنے میں سورۂ عصر کے چار احکامات پر عمل کرنا فرض ہے۔وہ یہ کہ پہلے وہ خود حق بات پر ایمان لائے۔مانے۔پھر اس پر خود عمل کرے۔پھر عمل کرکے جس طرح خود اچھے،نیک اور محفوظ وسکون سے رہنے کا انتظام کرتا ہے۔دوسروں کو بھی انہیں باتوں کو بتلا کر انہیں بھی پرسکون وخوشحال رہنے کے لئے تبلیغ وتعلیم کرے۔اس تعلیمی وتبلیغی عمل میں وہ قطعی سستی نہ کرے۔کسی جاہل کے مذاق اڑانے،سختی کرنے اور سازش کرکے ناکام کرنے کی پلاننگ کی وجہ سے اپنے عمل سے پیچھے نہ ہٹے۔اسی طرح جو شخص کچھ نہیں جانتا ہے۔جس پر تبلیغ کی ضرورت ہے۔اسے بھی اللہ تعالی نے جسم انسانی کے پارٹس کی قدرتی بناوٹ وقوت میموریہ کی روشنی میں اور اس کے موافق سے باہر کی معلومات واخبار کو جاننے والوں سے پوچھ پوچھ کر نہ جانی ہوئی چیزوں پر جان جان کر عمل کرے۔اسی کو اللہ تعالی نے قرآن مجید کے ذریعے تعلیم دی ہے کہ"فَاسئَلُوا اَھلَ الذِّکرِ اِن کُنتُم لَا تَعلَمُونَ" کہ اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے تم پوچھ لیا کرو۔

مگر آج دنیا میں ہر کوئی دادا ہی ہے۔عالم دین بھی خود کو شیطانی مرض تکبر میں مبتلا ہیں۔ہر عالم اپنے اپنے علم پر گھمنڈ میں ہیں۔سب چاہتے ہیں کہ ہماری بات چلے۔میں سردار رہوں۔میری تعریف ہو۔حالانکہ یہاں پر تیرا میرا کا سوال ہی نہیں ہے۔یہاں پر تو اللہ کے حکم چلنے اور چلانے کا سوال ہے۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ صرف رب کائنات کے لئے کام کرے۔قوم کا خود کو خادم سمجھے۔جو صحیح کام کرے گا اور خود کو متواضع ہو کر اخلاص وللّٰہیت سے کام کرے گا۔اس کا خود بخود نام ہو جائے گا۔مگر یہاں امیر بجائے خادم القوم بننے کے مالک القوم امیر ولوگ خود کو سمجھتے ہیں۔بلکہ یہ تجارت بن گئی ہے۔اس تجارتی منڈی میں ایسی خرید وفروخت ہو رہی ہے کہ اس کے پیچھے کھیت بیچ بیچ کر،سونے چاندی اور بیویوں کو زیور سے ننگا کر کر کے ووٹ لڑتے ہیں۔بس زندگی میں ایک بار کوئی مکھیا،وزیر اعظمٹ،کونسلر اور سماج کا سرکاری سردار بن جائے تو بس کافی ہے۔اس حکمرانی کے دوران بجائے قوم کی خدمت کرنے کے،ان کی امانتوں کو سمجھنے کے،مال ودولت جو سود وزمین اور جائداد بیچ باچ کر،سونا چاندی بیچ باچ کر حکمراں بنا تھا۔اس سے کہیں زیادہ غریبوں،مسکینوں کے سرکاری فنڈوں کو رشوت لے لے کر کھاتے اور شیس محل بنانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔یہ ترکی کے زمین بوس ہونے والے اونچے اونچے محنت ومشقت اور برسوں میں تعمیر شدہ مکانات کے بس،دَس سے پندرہ سکنڈ میں یکلخت غائب ہوجانے کے باوجود سرداران قوم حدیث کے مطابق امانت میں خیانت کرنے سے نہیں رک رہے ہیں۔چوری،چماری،دھوکہ،مارپیٹ،دنگے فساد وغیرہ سے کم از کم ایک بار سرکاری سیٹ پر آجانے کے لئے ہر ناجائز عمل کرنے کے لئے کرنٹ سے زیادہ تیزی کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔مگر نتیجہ کیا ملتا ہے۔ایسے لوگوں کو ترکی کے زلزلے اور دیگر جگہوں کے قدرتی آفتوں سے سبق لینا چاہئے اور اس بات پر یقین کرنا چاہئے کہ زلزلہ ایک قدرتی آفت ضرور ہے جو انسان کے اختیار میں تو نہیں ہے۔مگر زلزلے جن وجوہات واسباب سے آتے ہیں۔وہ قرآنی واسلامی خبر کے مطابق غیر شرعی عمل کرنے کے سبب سے آتے ہیں۔اس لئے انسان کو غیر شرعی عمل سے بچنے والے اختیار کو استعمال میں لانا چاہئے۔صرف تقدیر کو سبب قرار دینا۔صحیح نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

دارالافتاء والقضاء

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی
موبائل:9448606806

سوال: جنازہ کی نماز غائبانہ ادا کرنے کی کیا ثبوت ہے اور کتنے دنوں تک؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک درست نہیں ہے۔البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نجاشی بادشاہ کی نماز جنازہ پڑھا تھا۔اس روایت کے خلاف میں کوئی اور روایت نہیں ہے۔ناہی صحابۂ کرام سے ممانعت کے اقوال منقول ہیں۔اس لئے نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنا درست ہے۔یہی امام شافعیؒ،امام احمد،امام جمہور سلف ابن حزم کا ہے۔

سوال: تعویذ لکھنا،باندھنا،لٹکانا کیسا ہے؟

جواب: اگر شرکیہ عمل نہ ہوں تو درست ہے۔

سوال: جس طرح عورت کے قبل میں ذکر کے داخل کرنے سے چاہے انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہوتا ہے۔کیا اسی طرح عورت کے دُبر میں ذکر کے داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا۔مع دلیل مسئلہ کی وضاحت فرماکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔؟

محمد ریاض الدین مہابلے
گادلباڑی۔مہابلیشور ضلع ستارا

جواب:
فتاوی عالمگیری میں وجوب غسل کے اسباب میں"جنابت" اور دخول ذکر" لکھا ہے۔محیط میں ہے کہ منی کے شہوت کے ساتھ خارج ہونے سے ہوتی ہے خواہ بے غیر دخول کے چھونے سے،دیکھنے سے یا احتلام سے یا ہاتھ کے عمل سے منی نکلے دخول ہو یا نہ ہو۔جنابت ثابت ہوگی۔دخول کے تعلق سے قبل یا دُبر دونوں راستوں میں سے کسی راستے میں دخول ہو۔اگر سپاری اندر چھپ جائے۔انزال ہو ویا نہ ہو مفتی بہ قول اور درست مذہب یہی ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کے تحت سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ:

عورت کے قبل میں ذکر کے داخل کرنے سے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔ہر دو صورتوں میں غسل واجب ہوتا ہے،اسی طرح عورت کے دُبر میں بھی ذکر کے داخل کرنے سے غسل واجب ہوگا۔

حوالہ فتاوی عالمگیری رج ۱ر باب' کتاب الطہارت"رص:۲۰۵ر

سوال: عوت کی ماہوا ی کی کیا مدت شریعت میں متعین ہے؟

جواب: کم سے کم تین دن۔ زیدہ سے زیادہ دس دن۔معمولی عادت سے کم یا زیادہ صورت میں جو خون نکلتا ہے۔وہ حیض نہیں۔استحاضہ یعنی مرض ہے۔اس کا علاج کرانا چاہئے۔

سوال: نجس چیزیں کتنی قسم کی ہیں؟اس کی کیا تفصیل ہے۔

جواب: کتنی مقدار میں پیشاب کا چھینٹا معاف ہے؟

جواب: بقول حاشیہ فتاوی عالمگیری رص:۲۴۹ر یہ ہے کہ آدمی کا پیشاب بقدر درم مساحت یعنی ہتھیلی کے گڑھے کے معاف ہے۔

سوال: نماز میں کبھی ایک پاؤں پر زور دینا۔کبھی دوسرے پاؤں پر زور دینا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں ہر عمل مجبوری کے تحت جائز ہوتا ہے۔بلا مجبوری کے حالت کے مطابق مسئلہ کی روشنی میں حکم کا محتاج ہوتا۔سوال مذکور اگر بحالت تندرستی ہے تو بقول فتاوی عالمگیری مکروہ فعل ہے۔قابل ترک ہے۔اگر بحالت مجبوری اور ایکسیڈنٹ وغیرہ یا کسی زخم ومرض کے سبب ہے تو جائز ہے۔ایسی صورت میں جس طرح سہولت ممکن ہو۔اس طرح سے نماز ادا کرے۔درست ہے۔

سوال: نماز جنازہ سے منع کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز جنازہ بروایت عالمگیری رج ۱ر ص:۴۴۹ر فرض کفایہ ہے۔اس لئے اگر محلّہ کے بعض افرادوں نے نماز ادا کرلی تو باقی لوگوں کی طرف سے ساقط ہوجائے گا۔بروایت تاتارخانیہ البتہ کسی نے بھی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔اگر کوئی بوڑھا،بوڑھی ہوں۔ان کے معین و مددگار دور ہوں۔جنازہ بھی بہت دور پڑھی جارہی ہو۔جہاں ساتھ لے کر کوئی جانے والا نہ ہو۔اخراجات وغیرہ کے مسائل بھی درپیش ہوں۔ایسی صورت میں نماز جنازہ کے لئے منع کرنے میں اگر سہولت نظر آئے تو منع کرنا ہی بہتر ہے۔ایسی حالت میں جنازے میں شرکت ضروری نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سرپرستان

☆ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
☆ حفیظ اللہ شریف
☆ مولانا سید منصور علی ندوی

مجلس ادارت

☆ حافظ مطہر سراجی
☆ پروفیسر ظہراحمد
☆ محمد اسلم
☆ مولانا خورشید الم ندوی
☆ مولانا فضیل احمد ند ی

مجلس مشاورت

☆ مفتی اصغر علی قاسمی
☆ مفتی خلیل الرحمٰن قاسمی
☆ مولانا مطہر سراجی
☆ ابوبکر صدیق بن مرحوم عبد الوحید خان
☆ سید افتخار قاسمی
☆ سید افتخار حسین

مدیر اعلی

☆ مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

معاون مدیر

☆ مفتی عبدالرشید

نگراں

☆ مولانا حمید الرحمٰن قاسمی

مشیر قانون

☆ وکیل ایاز احمد اڈوکیٹ

خط و کتابت کا پتہ
MAHNAMA
NIDA-E-TAYYEB
BANGALORE
316,8TH Cross,Main Roaad,
2nd Block,2nd Cross,1st Sttage,HBR
Layout,B,lore-560043
Ph: 080-29535031
E-mail :
nidaetayyeb@gmail.com

ندائے طیب بنگلور میں
شائع شدہ تمام مضامین کے انتخاب اور
ایڈیٹنگ کے لئے ذمہ دار"ماہنامہ ندائے طیب"
بنگلور ہے(ادارہ)

ممتاز شیریں

قسط دوم

محمد یوسف نفیس بنگلوری

ممتاز شیریں نے چینی، روسی، نارییجین، امریکی، اطالوی اور اسٹرین افسانوں کے علاوہ ہندوستان کی دوسری زبانوں مثلاً کنڑ، اڑیہ، مرہٹی اور بنگلا کہانیوں کے بھی ترجمے کیے ہیں۔ان کے ترجموں کی خوبی یہ ہوتی تھی کہ یہ بالکل آسان اور دلنشیں زبان میں ہوتے تھے۔“

ممتاز شیریں کے ادبی کارناموں میں ان کا یہ کارنامہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔چونکہ انھوں نے اپنے ہم عصر افسانہ نگاروں کے افسانوں کا نہ صرف بالغ نظری اور ادبی وفنّی معیار کی کسوٹی پر رکھ کر جانچا پرکھا بلکہ معاصر افسانہ نگاروں کی تخلیقات کا آپسی موازنہ بھی کیا۔جہاں کہیں نقص محسوس کیا ، برجستہ انداز میں مفید مشوروں سے نوازا اور ان فن پاروں پر بھر پور تبصرے بھی کیے۔راقم السطور نے ان کے اس نوعیت کے ایک مضمون کا مطالعہ کیا ہے۔اس میں اپنی ہم عصر ادیبہ ہاجرہ مسرور کا افسانہ ’تیسری منزل‘ کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔یہ جائزہ وتبصرہ اس شرح وبسط سے کیا ہے کہ پاکستان سے شائع شدہ رسالہ ’نیا دور‘ کے پندرہ صفحات پر مبسوط ہے۔

ممتاز شیریں کی فنّی بصیرت، تحلیل وتجزیہ کے ہنر کا اندازہ ہاجرہ مسرور کے متعلق درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے۔

”میاں بیوی یا مرد وعورت کے آپس میں تعلقات کے علاوہ بھی ہاجرہ مسرور نے دوسرے اہم انسانی رشتوں کا سراغ لگایا ہے۔چنانچہ پرانی نسل اور نئی نسل کا رشتہ...... یہ تعلق بھی عجیب سا ہے۔جس میں آپس میں گہری محبت رکھنے کے باوجود لوگ ایک دوسرے کو نہیں سمجھتے۔’ہائے اللہ‘ کی بوڑھی دادی اپنی پوتی ننّھی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہیں۔لیکن دادی کی بروقت کی روک ٹوک اس کے معصوم احساسات کو یکسر سنجیدہ اور تجسّس آمیز بنا دیتی ہے۔اور دادی کے قبل از وقت اندیشے دس، گیارہ سالہ ننّھی کی معصومیت کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں۔’نئے پرانے‘ کے حکیم رحمت اللہ اپنی رحم دلی، رواداری سوجھ بوجھ اور پدرانہ شفقت کے باوجود نئی نسل کے بدلے ہوئے تقاضوں کو بالکل سمجھ نہیں پاتے۔وہ اپنے دوست کی یتیم لڑکی راشدہ کو نہایت محبت سے پالتے ہیں۔لیکن جب چودہ سالہ راشدہ کسی جھوٹی شرم وحیا کے بغیر ایک سبق کے دوران میں یہ کہہ دیتی ہے کہ اسے لفظ ’زنا‘ کے معنیٰ معلوم ہیں، یہ برا کام ہے۔تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نئی روشنی کی راشدہ اخلاقی اعتبار سے کتنی گر گئی ہے۔انھیں یہ مطلق احساس نہیں ہوتا کہ راشدہ کے اس جملے میں سادگی اور معصومیت ہے۔

وہ مکرم اور راشدہ کے گہرے لیکن معصوم تعلق کو بھی نہیں سمجھ پاتے۔اور یہ نہ سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو مسلسل کرب واذیت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ان دونوں افسانوں میں ہاجرہ مسرور نے ایسے مطالعے پیش کیے ہیں، جو ان کی نفسیاتی باریک بینی، ژرف نگاہی کا ثبوت دیتے ہیں۔“

اسی تبصرہ میں ایک جگہ لکھتی ہیں

”ہاجرہ مسرور میں ایک خصوصیت ایسی ہے، جس کی وجہ سے وہ دوسری خواتین افسانہ نگاروں سے الگ ہیں۔اور وہ ہے ان کی (ناول کے کرداروں سے) مکمل علاحدگی اور معروضیت۔“

کچھ ممتاز شیریں کے افسانوں کا پس منظر ....خود ان کی زبانی

ممتاز شیریں اپنے عہد کی ممتاز اور مایہ ناز افسانہ نگار تھیں۔فن پر عبور حاصل تھا۔شیریں نے افسانہ نگاری کو فنّی اور تکنیکی اعتبار سے عروج بخشا ہے۔معاصر نقّاد اور مبصّرین نے ان کے فن کے متعلق بہت کچھ لکھا اور کہا ہے مثلاً یوسف عارفی نے ممتاز شیریں کے بارے میں محمد حسن عسکری کا یہ قول نقل کیا ہے:

"ممتاز شیریں اردو کی ان چند لکھنے والوں اور لکھنے والیوں میں سے ایک ہیں، جن کی تعریف ہی ان کی شہرت سے شروع ہوتی ہے۔انھیں مشہور ہونے کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑا۔بلکہ پہلے ہی افسانے کے بعد انھوں نے ادب کے شائقین کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی"

ممتاز شیریں کے فن کا ادبی دنیا میں کافی چرچا رہا ہے، اور خواص کے حلقوں میں ان کے فن کے مختلف پہلوؤں پر نقد وتبصرہ ہوتا آیا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا، انشاء اللہ۔لیکن ممتاز شیریں نے بتدریج اپنی ادبی نشو ونما، فنّی ارتقا اور افسانہ کے منظر وپس منظر سمیت اس کے کرداروں کا بذات خود جائزہ لیا ہے۔ادبی وفنی اعتبار سے ان کا یہ جائزہ خود احتسابی معلومات کا ایک مرقّع ہے، جو دیباچہ نقشِ ثانی کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔اگر کوئی ادیب اپنا احتساب اپنے الفاظ میں بیان کرے، اور اس میں اس کی دِلی کیفیت، وذہنی کشمکش کا بیان ہو تو وہ دوسروں کے تبصرے وتنقید سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، خود پڑھنے والوں کے لیے اس میں زیادہ کشش ہوتی ہے۔لہٰذا ممتاز شیریں کے ذاتی جائزہ پر مشتمل مضمون کے منتخب اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے، تا کہ خود ان کی زبانی ان کے فن کے بارے میں جانا جاسکے۔

چنانچہ وہ لکھتی ہیں

”بعض لوگوں کی رائے ہے ’میرے اندر دو شخصیتیں ہیں۔ایک افسانہ نگار اور دوسری نقاد۔آپس میں اس طرح گتھی ہوئی ہیں کہ علاحدہ نہیں کی جاسکتیں‘۔

یہ افسانے لکھتے وقت مجھے اپنے نقّاد ہونے کا ہمیشہ احساس رہتا ہے۔اور میرے افسانوں پر ناقدانہ شخصیت حاوی رہتی ہے۔

مجھے اس رائے سے پوری طرح اتفاق نہیں کیونکہ میرے بیشتر افسانے تخلیقی رو میں وجدانی کیفیت کے زیر اثر لکھے گئے ہیں۔بہت سے عناصر جو غیر شعوری طور پر میرے افسانوں میں شامل ہو گئے ہیں، ان کا احساس مجھے اس وقت ہوا ہے، جب میں ان افسانوں کا تجزیہ کرنے لگی ہوں۔اپنے افسانوں کا جائزہ لیتے ہوئے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اسی شرح وبسط کے ساتھ اس لاتعلقی اور معروضیت سے اپنی تحریروں کو بھی جانچ سکوں جیسے میں دوسرے فنکاروں کی تحریروں کا جائزہ لیتی رہی ہوں۔اس وقت میری نقّادانہ حیثیت پوری طرح عمل میں آتی ہے۔یعنی نقاد کے محدب شیشے سے افسانے کے جزئیات اور لوازمات واضح اور الگ الگ نظر آتے ہیں۔ورنہ فنکار کے ذہن میں افسانہ ایک مکمل اکائی کی صورت میں جنم لیتا ہے۔ویسے ان دونوں شخصیات یعنی افسانہ نگار اور ناقد کا آپس میں ربط ورشتہ ہے اور غیر محسوس طور پر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی رہی ہیں۔چنانچہ افسانہ لکھتے ہوئے ادب کا تنقیدی مطالعہ کام میں آتا ہے۔اور تنقید لکھتے ہوئے فنکار کے تخلیقی عمل کا تجربہ۔

خورشید عالم ندوی

بہر حال میں نے پہل افسانہ نگاری سے کی تھی۔"اپنی نگریا" کے افسانے اس وقت لکھے، جب میں ابھی باقاعدہ نقّاد نہیں بنی تھی۔افسانے سب کے سب " تقسیم سے پہلے "سترہ سے اکیس سال تک کی عمر میں لکھے گئے تھے۔اور جب میں نے اپنے پہلے تین افسانے "انگڑائی"، "آئینہ" اور " گھنیری بدلیوں میں" لکھے۔ میں نے ابھی تنقید لکھنی شروع بھی نہیں کی تھی۔گو اس وقت بھی شاید تنقیدی شعور اور اچھے بُرے کی تمیز مجھ میں نہ تھی۔

فنکار کے ذہن میں افسانہ ایک مکمل اکائی بن کر جنم لیتا ہے۔چنانچہ افسانہ کاغذ پر منتقل ہونے سے پہلے میرے ذہن میں مکمل فنّی تشکیل پالیتا ہے۔خواہ وہ انگڑائی کی سی معصومیت اور فطری بے ساختگی لیے ہوئے ہو خواہ کفارہ کا سا Sophisticated افسانہ ہو، میں شعوری طور پر افسانہ کی تکنیک دوسری جزئیات اور لوازمات کا پلان کر کے نہیں لکھتی، بلکہ اندرونی تقاضوں کی بنا پر افسانہ اپنا ایک خاص مزاج پالیتا ہے اور ایک خاص فنّی ہیئت میں ڈھل جاتا ہے۔

چنانچہ انگڑائی کی تکنیک اور پیشکش مجھے ایک خواب میں سجھائی دی۔میں نے یہ سارا خواب جوں کا توں الفاظ میں منتقل کر دیا۔اور خواب سے زیادہ لاشعوری کیفیت اور کیا ہوسکتی ہے؟۔گویا وہ فطری حیاتیاتی نشو ونما اور اہم نفسیاتی تبدیلی جو لڑکی کی شخصیت کو یکسر بدل دیتی ہے۔اور جس کا اسے خود شعوری طور پر احساس نہیں ہوتا۔ایک خواب کی صورت میں واضح ہوگئی۔گو انگڑائی میں اس خواب کو حقیقت کی شکل دی گئی ہے۔

انگڑائی میرا سب سے پہلا افسانہ ہے۔اور سب سے زیادہ مقبولیت بھی اسی افسانہ کو حاصل ہوئی ہے۔ہر ادبی انتخاب میں عموماً یہی افسانہ لیا گیا ہے۔میرے چند افسانوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں۔چنانچہ انگریزی، فرانسیسی، ڈچ، عربی، ہندی، گجراتی، اور بنگالی) انگریزی اور بنگالی میں تقریباً سبھی افسانوں کے ترجمے ہو چکے ہیں (لیکن انگڑائی ہی ایک ایسا افسانہ ہے، جس کا ترجمہ سوائے عربی کے ان سب زبانوں میں ہوا ہے۔ہمارے ایک فرانسیسی دوست ،موسینیل اپیٹرنے، جو بنکاک میں ہمارے ساتھی تھے۔اور جنھوں نے انگڑائی کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے، یہ کہا ہے " آپ کے افسانوں میں "انگڑائی "فرانسیسی مزاج کے لیے سب سے زیادہ کشش رکھتا ہے۔انگڑائی کی خوبی اور کشش اس میں مضمر ہے کہ اس میں ذرا سی بھی مصلحت اندیشی نہیں برتی گئی۔ایک نہایت نازک موضوع کو بغیر کسی اخلاقی جھجک کے پوری فنکارانہ معروضیت سے نبھایا گیا ہے۔باوجودیکہ آئینہ اس سے گہرا افسانہ ہے، اسے پڑھتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ اس پر ایک اخلاقی لبادہ اوڑھایا گیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والی انسانی سرشت میں شرکی موجودگی سے آگاہ ضرور ہے۔لیکن وہ اس شر کو چھوتے ہوئے ڈرتی ہے۔"

(باقی: آئندہ)

حضرت علامہ بشارت کریمؒ علمائے کرام کی نظر میں

(قسط دوم)

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی 9448606806

رص:۷۷ر پر حضرت مولانا محمود احمدؒ صاحب کے حوالہ سے حضرت علامہ انور کشمیریؒ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ بہار میں حضرت مولانا بشارت کریمؒ کی شخصیت سرزمین بہار کے لئے امان ہیں اور باعث رحمت۔ ورنہ بہار آفات ارضی وسماوی سے بر باد ہو جاتا۔ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس (علامہ بشارت کریمؒ) اپنے وقت میں از راہ صوفیت اور علمیت ہندوستان گیر شہرت کے مالک تھے۔ وقت کے بڑے بڑے علماء وصلحاء کے درمیان آپ معروف ومشہور تھے۔ چنانچہ آپ کی ترتیب دی ہوئی فارسی قواعد ''احسن القواعد'' کے شروع میں وقت کے دو مشاہیر حضرات نے جن الفاظ میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

مولانا عبد العزیز اھلحدیث آپ سے بیعت ھو گئے :

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سمستی پوری اپنے وقت بہت بڑے اہل حدیث عالم دین اور مبلغ تھے۔ آپ کے شہرہ کوسن کر جب آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ کی صحبت کا اتنا اثر ہوا کہ آپ سے مولانا عبد العزیز صاحب بیعت ہی ہو گئے۔ اس بات کا چرچہ جب اہل حدیث جماعت کے درمیا ہوا تو مولانا بشارت کریمؒ کے پاس گڑھول شریف، اہل حدیث طبقہ کی ایک علماء جماعت آپہنچ کر سوال و جواب شروع کر دیا۔ حضرت علامہ کے جوابات سن کر یہ جماعت بھی متأثر ہوگئی اور ان سبھوں نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لگ آپ کی توجہ سے ہدایت پر آگئے۔

بابو اودھ سنہا (ھندو) مسلمان ھو گئے : موضع بترا اندر موضع نان پور ضلع سیتا مڑھی بہار ایک زمین دار ہندو تھے۔ ملانا سے متأثر ہو کر فارسی، عربی کی تعلیم حاصل کی اور مشہور زبان زد عوام یہی ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت شیخ سے گویا جو بھی ملتے تھے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔

وفات :

آپ نے زندگی کا اکثر حصہ گڑھول شریف میں ہی گذاری۔ شمالی بہار کے زلزلہ عظیم کے بعد ۲۰ر محرم الحرام ۱۲۵۴ھ میں انتقال فرما گئے۔

آپ کا مزار: آپ کا مزار موضع گڑھول شریف میں تالاب کے مغربی کنارے پر مسجد سے متصل اتر طرف ہے۔ میں نے حضرت کے مزار کے پاس جا کر ان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے، اور آپ کی مسجد میں بھی نماز ظہر پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

بھر حال !

شمالی بہار کے ترہت کمشنری کے اندر موجودہ ضلع ''سیتا مڑھی'' نہایت قدیم ضلع کا نام، جہاں راجہ جنک، رام لچھمن اور سیتا کے نام کی وجہ سے مشہور ہے۔ وہیں اسلامی عقیدہ سے، مادرزاد ولی کامل، اس صدی کے پہلے ربع میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کا دوسرے بڑ مرکزی قریہ ''گڑھول شریف'' متعلقہ علاقہ نان پور ضلع سیتا مڑھی کے ساکن، ایک پیدائشی ولی کامل، حضرت علامہ بشارت کریم رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی اور ان کی اصلاحی و دعوت و تبلیغی کام کی وجہ سے بھی بہت معروف ہے۔

حضرت علامہ بشارت کریمؒ کے علاوہ اور بھی کئی ایک بزرگان دین اس علاقے میں آرام فرما ہیں۔

اب جبکہ سیتا مڑھی کا تعارف ہو چکا ہے تو اپنے مقصد اصلی ''نان پور'' موضع کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کرنے کی طرف چلتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

جغرافیۂ دکن یعنی جنوبی ھند

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی 9448606806

قدیم زمانہ سے ملک ہند، دو حصوں میں منقسم ہے۔ برہمن جغرافیاں دان ملک ہند کی تقسیم شدہ ایک حصہ کو ''اترا کھنڈ'' کا نام دیا ہے، اور دوسرے حصہ کو ''کوہ کہن کھنڈ''۔ میں سمجھتا ہوں یہ تقسیم خیالی و فرضی نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ ندھیا چل پہاڑ کا سلسلہ شرقاً، غرباً ہے۔ دریائے نربدا آمر کنٹی جھیل سے نکل کر اس پہاڑ کے متوازی بہتا ہوا خلیج کیمبے میں گرتا ہے، اور دریائے مہاندی اسی جھیل سے نکل کر پہلے جنوب کی طرف پھر مشرق کی طرف مڑ کر جگناتھ کے متصل سمندر میں گرتا ہے۔ یہ تین قدرتی حد فاصل برائے ملک دکن ہیں، اور اسے شمالی ہند سے الگ کرتے ہیں۔ نقشۂ ہند میں خلیج کیمبے سے دریائے ہوگلی تک ایک خط منحنی کھینچنے سے قدرتی ارضی حدود کو اچھی طرح ظاہر کر دیتا ہے۔ یہی خط دکن کے مثلث کی بنیاد یعنی قاعدہ ہوگا۔
دریائے مہاندی کے دہانہ سے جگناتھ سے کسی قدر فاصلے پر شرقی سمندر میں گرنے کی جگہ سے کیمبے کے متصل، نربدا کے دہانے تک، بھی اگر ایک لکیر کھینچی جائے تو اس کا طول ۸۰۰ر میل ہوگا جو اصل مثلث دکن کے قاعدے سے یا حد شمالی کا طول ہوگا۔ اسی طرح نربدا کے دہانے سے راس کماری تک ایک خط کھینچی جائے تو اس کا فاصلہ ۹۰۰ر میل ہوگا۔ یہی خط دکن کی مغربی سمت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ دراصل غربی سمندر کا کنارہ ہے۔ اسی طرح راس کماری سے مہاندی کے دہانے تلک ایک خط کھینچا جائے تو وہ اس مثلث کی شرقی سمت بنتی ہے۔ جس کا طول ۹۲۰ر میل ہے۔ اس طرح مکمل خطوط پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ علاقۂ دکن بشکل مثلث ہے۔ جس کا قاعدہ دریائے نربدا مہاندی اور کوہ بندھیا چل ہے۔

مشرقی گھاٹ یا کارو منڈل : اس خط میں شرقی سمت جو راس کماری سے مہاندی کے دہانے تک جا رہی ہے۔ یہی حصہ مشرقی گھاٹ یا کارومنڈل کوسٹ، نام سے جانا جاتا ہے۔

مغربی گھاٹ یا مالا بار کوسٹ : شرقی سمت جو راس کماری سے مہاندی کے دہانے تک کے خط مغربی کا نام ''مغربی گھاٹ یا مالا بار کوسٹ'' ہے۔ قدیم زمانہ میں اس حصہ کا رقبہ ۵۰۱۰۰۰ر مربع میل تھا۔ اس مثلث کی چوٹی سے جس کا نام ''راس کماری'' ہے، ایک خط کھیچا جائے تو اس خط کا طول تقریباً ایک ہزار میل ہوگا۔ اس اعتبار سے کل ہند کا رقبہ بارہ لاکھ بیالیس ہزار سات سو پچاس میل مربع ہے۔ اگر ہندوستان کے اس رقبہ میں سے دکن کا رقبہ منہا کر دیا جائے تو شمالی ہند کا رقبہ سات لاکھ اکتالیس ہزار سات سو پچاس مربع میل ہوتا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ملک دکن، اور شمالی ہند میں بس پانچ سات کی نسبت ہے۔

تقسیم دکن : تاریخ دکن ج ۱ر صل ۷ر کے مطابق، دریاؤں اور باعتبار جیالوجی کے دکن کی الگ الگ تقسیم ہوگئی ہے۔ دریاؤں کے اعتبار سے تو یہ دو حصوں میں منقسم ہے، اور دریائے گوداوری اور مانجرا نے دو مختلف زبان والی قوموں اور دو مختلف پیداوار زمینوں کو جدا کر دیا ہے، اور وہ اقوام مرہٹہ، تلنگوں اور کنڑوں کے درمیان حد فاصل ہیں۔ دکن کی اس حصۂ ملک کی زمین جس کو ہم ''مرہٹواڑی'' کہتے ہیں اور جس میں سیاہی مائل چٹانوں کی پہاڑیاں پائی جاتی ہیں، گیہوں اور کپاس بکثرت یہاں پیدا ہوتی ہیں۔ کیوں کہ اس سیاہی مائل مین میں پانی جذب کرنے کی قوت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے یہ حصۂ زمین سرسبز وشاداب ہیں۔
لیکن علاقہ تلنگانہ کی مٹی سرخی مائل پتھروں کے ذروں سے مرکب ہے۔ جس میں پانی کے جذب کرنے کی بہت کم قوت ہے۔ ان میں خشکی زیادہ ہے۔ اگر چہ ان علاقوں میں گنجان جنگلات وجھاڑیاں کچھ زیادہ ہیں وجہ اس کی یہی سرخی مائل زمین ہے کہ سرخی مائل زمینوں میں نباتات کے اگانے کی بہت قوت ہوتی ہے۔

دکن کی زمین : دکن کی زمین مسطح نہیں ہے بلکہ نشیب وفراز اور پست وبلند ہے۔ اس کے شمال میں بندھیا چل پہاڑ جس کی اونچائی دو ہزار فٹ ہے۔ ہے۔ نربدا کے بعد جنوب کی طرف پھر زمین بتدریج اونچی ہو کر ایک متوسط درجہ کی پہاڑیوں کا سلسلہ پیدا کرتی ہے اس بلندی کے بعد پھر نشیب ہے۔ جس میں دریائے تاپتی بہہ کر کیمبے میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا بھی شرقاً غرباً بہتا ہے۔ درئے تاپتی کے تھوڑے ہی فاصلے کے بعد پھر زمین بلند ہو جاتی ہے۔ یہ بلندی راس کماری تلک ہے۔ اسی وجہ سے دکن کی زمین ناہموار چبوترے کی طرح ہے۔ جسے انگریزی میں دکن ''پلیٹو'' کہتے ہیں۔ یہی اس علاقہ کی وجہ تسمیہ ہے۔ دکن مغرب سے مشرق کی طرف ڈھلوان ہے۔ کیوں کہ سواحل مالابار، کی اوسط بلندی ۴۰۰۰ر فٹ ہے اور سواحل کارومنڈل کی اوسط اونچائی ۱۵۰۰ر فٹ بلند ہے۔ اسی طرح مشرقی گھاٹ بہ نسبت مغربی گھاٹ کے زیادہ پست اور غیر مسلسل ہے۔ مالا بار کی بلندی اور کارومنڈل کی پستی سے ایسا ڈھلاؤ پیدا ہوتا ہے کہ جس سے دکن کے تمام دریا غرب سے شرق کی جانب بہتے ہیں۔ جن میں سے اکثر ندیاں خلیج بنگال میں جا کر گر رہے ہیں۔

میسور ڈھلاؤ کا اونچا حصہ ھے : مالا بار کی بلندی اور کارومنڈل کی پستی سے جو ڈھلاؤ پیدا ہوتا ہے، اس کا سب سے اونچا حصہ، دکن کے جنوبی غربی حصے میں واقع علاقۂ ''میسور'' ہے۔ میسور ریاست کے بعد یہ بلندی بجانب شرق بسرعت کم ہوتی ''علاقۂ سیلم'' میں ختم ہو جاتی ہے۔ ادھر شمال کی جانب بتدریج کم ہوتی تاپتی کے میدان میں مل جاتی ہے۔
انگریزی حکومت سے پہلے سواحل ملیبار اور خاص دکن کے شہروں میں آمد ورفت بہت کم تھی۔ مغربی گھاٹ پہ ڈاکوؤں کا مستحکم قلعہ تھا۔ اسی کو ''درگ'' کہا جاتا تھا۔ ان ڈاکوؤں سے دکن کے لوگ بہت تنگ تھے۔ اس کے بالمقابل مشرقی گھاٹ کے باشندوں کا یہ حال نہیں تھا۔ کیوں کہ سواحل کارومنڈل کی پستی بعد شکستگی ان کی خوشحالی اور تہذیب وتمدن کا اصلی سبب تھی۔ تنجور اور کرناٹک کے زرخیز میدانوں کو سلیم الطبع اور آسودہ حال بنا دیا تھا۔ یہی سبب بنی دوسرے علاقے کے لوگوں کا یہاں تجارت کرنے اور بسنے کا۔ چنانچہ عیسوی صدی کے آغاز ہی سے اس پست وشکستہ سواحل کارومنڈل پر قصبے اور شہریں آباد ہونے لگے تھے۔

آئندہ)